© rasailojaraid.com

نے یہ محسوس کر لیا کہ مشرق بعید میں نئے مقبوضات حاصل کرنے کے لئے دوسری مغربی اقوام سے کشمکش کی پالیسی کامیاب اور مفید نہیں ہو سکتی۔ اس لئے مناسب یہ ہوگا کہ ولندیزی اپنی سرگرمیوں کو صرف انڈونیشی جزائر تک محدود رکھیں اور اپنے مقبوضہ علاقوں میں نظم و نسق کو بہتر بنا کر ولندیزی اقتدار کو مستحکم اور وسیع تر کرنے کی کوشش کریں۔ ولندیزی کمپنی ہر ممکن طریقہ سے دیسی حکمرانوں اور عوام کا استحصال کر کے کثیر دولت حاصل کرتی تھی۔ لیکن فتوحات اور جنگ و جدال کی پالیسی کی وجہ سے یہ دولت بھی کافی نہ ہوتی تھی۔ کمپنی کے حصہ داروں کا مقصد تجارت کو بڑھانا اور نافع حاصل کرنا تھا۔ اس لئے وہ اس کو پسند نہ کرتے تھے کہ کمپنی جو کچھ کمائے وہ سیاسی اقتدار کے حصول اور نظم و نسق کے مصارف پر ہی صرف ہو جائے اور خود ان کو کوئی منافع نہ ملے۔ اس دشواری کے پیش نظر کمپنی کی پالیسی یہ تھی کہ وہ محدود علاقے پر براہ راست قبضہ رکھے اور باقی ماندہ تمام علاقوں پر بالواسطہ حکومت کرے۔ اس طرح انڈونیشیا میں ولندیزی مقبوضات دو قسم کے تھے ایک تو وہ جن کا نظم و نسق براہ راست ان سے متعلق تھا اور دوسرے وہ جن پر ولندیزی اپنے محکوم دیسی حکمرانوں کے ذریعے سے حکومت کرتے تھے۔

قانون شرق الہند جن علاقوں پر ولندیزیوں نے براہ راست قبضہ کر لیا تھا ان کے انتظام کے لئے کمپنی کا مرکزی ادارہ گورنر جنرل کا تقرر کرتا تھا۔ اس گورنر جنرل کی حیثیت ولندیزی تاجروں کے نگران اعلیٰ سے زیادہ نہ تھی اور وہ کمپنی کے مرکزی ادارہ کی ہدایات کے مطابق کام کرتا تھا۔ جب کمپنی ختم ہو گئی اور انقلاب کے بعد بادشاہت بحال ہوئی تو ہالینڈ میں متوسط طبقہ یہ اصرار کرنے لگا کہ شرق الہند کا نظم و نسق اس طرح قائم کیا جائے کہ وہ اہل ملک اور ہالینڈ دونوں کے لئے مفید ہو اور مرکزی حکومت کی نگرانی میں کام کرے۔ یہ تحریک عرصہ تک جاری رہی اور انڈونیشیا کے بگڑتے ہوئے حالات نے اس میں زیادہ شدت پیدا کر دی۔ آخر کار یہ فیصلہ کیا گیا کہ نو آبادیاتی مسائل بھی ہالینڈ کی پارلیمنٹ (اسٹیٹس جنرل) سے متعلق ہوں گے اور نو آبادیات کے لئے وہی قوانین بھی بنائے گی۔ چنانچہ اس پارلیمنٹ نے سنہ ۱۸۴۸ء میں قانون شرق الہند منظور کیا۔ جس کے مطابق گورنر جنرل کو تاج کا نمائندہ قرار دیا گیا۔ اور وہ ولندیزی شرق الہند میں تاج کے نام سے اپنے فرائض منصبی انجام دیتا تھا۔ تاج سے وفاداری کا حلف اٹھاتا تھا اور صرف اسی کے سامنے جوابدہ تھا۔ گورنر جنرل کے فرائض کو عملی شکل دینے کے لئے مرکزی سکریٹریٹ قائم کیا گیا جو سکریٹری جنرل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انقلاب فرانس کا اثر ۱۷۸۹ء میں فرانس میں انقلاب ہوا جس نے سارے یورپ کو متاثر کیا۔ ہالینڈ پر بھی انقلابیوں نے قبضہ کر لیا۔ شاہی خاندان نے برطانیہ میں پناہ لی۔ اور جمہوریہ بٹاویا کا قیام عمل میں آیا۔ جب فرانس میں نپولین اعظم برسر اقتدار آیا تو اس نے اپنے بھائی کو ہالینڈ کا فرمانروا بنا دیا۔ لیکن نپولین کے زوال کے بعد اہل ہالینڈ نے جلا وطن شاہی خاندان کو پھر واپس بلا لیا اور اب انڈونیشیا ولندیزی شہنشاہیت کا حصہ بن گیا۔ اس انقلاب کے زمانے میں انگریزوں نے سیلون پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور ۱۸۱۱ء میں ہندوستان کے گورنر جنرل منٹو نے شرق الہند پر فوج کشی کے لیے ایک بحری بیڑہ روانہ کیا تھا۔ جس نے پہلے تو ملایا فتح کیا اور پھر جاوا اور سماٹرہ سے بھی ولندیزیوں کو نکال دیا۔ انگریزوں کا یہ قبضہ ۱۸۱۶ء تک قائم رہا۔ انگریزوں نے اسٹیمفورڈ ریفلس کو ان تمام علاقوں کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا تھا جو بڑی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ اس نے پانچ سال کی مختصر مدت میں نظم و نسق کو درست کر کے کئی مفید اصلاحات نافذ کیں اور اہل ملک کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کی۔ ولندیزی دور کے مقابلے میں انگریزی دور عوام کے حق میں بہت بہتر تھا۔ نپولین اعظم کے زوال کے بعد انگریزوں اور ولندیزیوں کی دشمنی ختم ہو گئی اور ۱۸۱۶ء میں ایک عہد نامہ ہوا جس کے مطابق انگریزوں اور ولندیزیوں کی کشمکش کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ ولندیزیوں نے سیلون، ملایا اور شمالی بورنیو پر انگریزی اقتدار کو تسلیم کر لیا۔ اور انگریزوں نے جاوا اور سماٹرہ خالی کر دیا۔ اس طرح انڈونیشیا میں ولندیزی اقتدار پھر بحال ہو گیا۔ انڈونیشیا کے تمام جزائر رفتہ رفتہ ولندیزیوں کے زیر اثر آ گئے تھے۔ صرف سماٹرہ ان کے دائرۂ اقتدار سے باہر تھا جہاں مقاومت کی تحریک زوروں پر تھی۔ اور مسلسل جنگیں ہو رہی تھیں۔ آخر کار ولندیزیوں کو یہاں بھی کامیابی ہوئی اور پورے سماٹرہ پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ انڈونیشیا کے تمام جزائر پر قابض ہو جانے کے بعد انہوں نے اپنے ان وسیع مقبوضات کا نام ولندیزی شرق الہند رکھا اور اپنے سیاسی اقتدار کو پائدار بنانے کے لیے وہ اپنے نظامِ حکومت کے استحکام اور اپنے شہنشاہی مفاد کے تحفظ پر پوری طرح متوجہ ہو گئے۔

نظامِ حکومت

انقلابی دور کے تجربات اور انگریزوں کے مقابلے میں ولندیزیوں کی ناکامی سے ہالینڈ کی حکومت

© rasailojaraid.com

ہوتے تھے۔ اور دیسی قانون پر عمل کرنے والی عدالتوں کے جج انڈونیشی ہوتے تھے۔ دیسی قانون کے مطابق صرف ان ہی مقدمات کی سماعت ہوتی تھی جن میں سب فریق انڈونیشی ہوتے تھے۔ اگر کسی مقدمہ کے تمام فریق یا کوئی ایک فریق ولندیزی، یورپی یا چینی ہوتا تو اس مقدمہ کا فیصلہ ولندیزی قانون کے مطابق کام کرنے والی عدالت میں کیا جاتا تھا۔ انڈونیشیا میں دیسی یا مقامی قانون کو عاوات کہتے ہیں جو مختلف علاقوں اور مختلف مذاہب کے پیروؤں میں رائج ہے۔ اس کی ابتدا رسوم ورواج سے ہوئی اور بدلتی ہوئی معاشری ضروریات اور مذہبی اثرات کی وجہ سے تبدیل ہوتی گئی چنانچہ مختلف علاقوں میں اس قانون نے مختلف شکل اختیار کرلی۔ عاوات کو انڈونیشیا میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اور ایسے خاص حلقے بنا دیئے گئے ہیں جہاں اس علاقہ کے قانون عاوات کے مطابق عمل کیا جاتا ہے۔ ولندیزی اور دیسی قوانین پر عمل کرنے والی عدالتوں کے علاوہ مسلمانوں کی مذہبی عدالتیں بھی قائم رہیں جہاں شافعی فقہ کے مطابق فیصلے کئے جاتے تھے۔ پہلے عدالتی اختیارات بھی انتظامی عہدہ داروں کو حاصل تھے۔ لیکن ۱۹۱۴ء میں عدلیہ کو عاملہ سے الگ کر دیا گیا۔

انڈونیشیا کی سب سے بڑی عدالت، عدالتِ عالیہ (HOOG GERECHT) تھی جو بٹاویا میں قائم تھی۔ اور ملک کی تمام عدالتیں اس کی ماتحت تھیں۔ عدالت عالیہ کا صدر بھی تاج کا نمائندہ سمجھا جاتا تھا اور گورنر جنرل کے بعد اس کا مرتبہ تھا۔ دوسرے ججوں کا تقرر گورنر جنرل کرتا تھا۔ اس عدالت کے ماتحت چھ اعلیٰ عدالتیں تھیں جو مختلف علاقوں کے لئے قائم کی گئی تھیں اور ان کے تحت اس علاقہ کا عدالتی نظام تھا۔ اعلیٰ اور ماتحت عدالتوں کی نوعیت، دائرۂ عمل، اختیاراتِ سماعت اور طرز کار میں یکسانی نہ تھی بلکہ مختلف علاقوں میں مختلف حالات تھے اور اس اختلاف نے عدالتی نظام کو بہت پیچیدہ بنا دیا تھا۔

فوکسراد ہالینڈ کی پارلیمنٹ جب قانون شرق الہند بنا رہی تھی تو ایک مجلس قانون ساز کے قیام کی تجویز بھی پیش کی گئی تھی جو مسترد کر دی گئی۔ اس کے بعد ۱۸۹۲ء میں یہ تجویز دوبارہ پیش کی گئی لیکن منظور نہ ہو سکی۔ بیسویں صدی کے آغاز میں حالات تیزی سے بدلنے لگے اور انڈونیشیا میں سیاسی بیداری پیدا ہو گئی۔ عوامی رہنماؤں نے اپنے مطالبات بڑی شدت سے پیش کئے اور انڈونیشیا کی مجلس قانون ساز قائم کرنے کی تحریک عام ہونے لگی۔ یہ حالات دیکھ کر وزیر نوآبادیات نے ۱۹۱۵ء میں شرق الہند کی مجلس مقننہ قائم کرنے کی تجویز اسٹیٹس جنرل کی منظوری کے لئے پیش کی۔ یہ تجویز منظور

© rasailojaraid.com

کی نگرانی میں کام کرتا تھا۔ اور یہی سکریٹریٹ صوبائی اور علاقائی حکومتوں کو مرکز سے مربوط رکھتا تھا۔

گورنر جنرل اور اس کی کونسل گورنر جنرل کے ماتحت نظام حکومت چلانے کے لئے ایک کونسل قائم کی گئی جو مجلس شرق الہند (RAADS VON INDIE) کہلاتی تھی۔ اس کونسل کے سات رکن تھے۔ پانچ ولندیزی اور دو انڈونیشی اور ان کا تقرر تاج کی منظوری سے ہوتا تھا حکومت کے سات شعبے قائم کئے گئے۔ مالیات، اقتصادی امور، مواصلات، تعمیرات، تعلیم، عدالت اور مذہبی امور اور ان میں سے ایک ایک شعبہ مجلس کے ہر رکن سے متعلق کر دیا گیا آگے چل کر جنگی امور اور مالگذاری کے دو اور شعبے قائم کئے گئے۔ حکومت کا ہر شعبہ کئی محکموں اور ان کے ذیلی دفاتر پر مشتمل ہوتا تھا۔ اور ہر شعبہ کا سکریٹری اس کے متعلقہ محکموں کو باہم مربوط رکھتا تھا۔ مالیات کی جانچ پڑتال کے لئے ایک علٰحدہ محکمہ بھی قائم کیا گیا تھا جس کا افسر اعلیٰ صدر محاسب تھا اور وہ براہ راست وزیر نوآبادیات کے تحت کام کرتا تھا۔ کونسل کے جلسوں کی صدارت گورنر جنرل کرتا تھا۔ اور اس کی عدم موجودگی میں نائب صدر یہ فرض انجام دیتا تھا جس کا تقرر تاج کی منظوری سے ہوتا تھا۔

صوبائی نظام ولندیزیوں کا مقبوضہ علاقہ صوبوں اور ریزیڈنسیوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ صوبوں کی تعداد آٹھ تھی اور ریزیڈنسیاں ۳۷ تھیں۔ ہر ریزیڈنسی ایجنسیوں میں منقسم تھی اور ایجنسی چند اضلاع پر مشتمل ہوتی تھی۔ صوبہ کا حاکم گورنر کہلاتا تھا اور ریزیڈنسی اور ایجنسی کے حاکم اعلیٰ کو ریزیڈنٹ اور ایجنٹ کہتے تھے۔ گورنر کا تقرر گورنر جنرل کی سفارش اور وزیر نوآبادیات کی منظوری سے ہوتا تھا۔ گورنر کو وسیع اختیارات حاصل تھے لیکن وہ گورنر جنرل کے سامنے جوابدہ تھا۔ مرکزی حکومت کی طرح صوبائی حکومت میں بھی گورنر کے ماتحت ایک صوبائی کونسل تھی جس کے ہر رکن کے تحت صوبائی حکومت کا ایک شعبہ تھا۔ اور صوبائی سکریٹریٹ جو تمام صوبہ کا نظم و نسق چلاتا تھا مختلف شعبوں کو باہم مربوط رکھتا تھا۔ صوبہ کے حدود میں واقع دیسی ریاستوں پر بھی گورنر کی نگرانی قائم تھی۔

عدالتی نظام انڈونیشیا میں عدالتی نظام دو حصوں میں منقسم تھا۔ ایک تو ولندیزی مقبوضہ علاقے کا نظام اور دوسرا دیسی ریاستوں کا نظام۔ اور یہ دونوں نظام دو قسم کی عدالتوں پر مشتمل تھے۔ ایک تو وہ عدالتیں جہاں ولندیزی قانون کے مطابق فیصلہ ہوتا تھا اور دوسری وہ عدالتیں جہاں مقامی قانون کے مطابق فیصلہ کیا جاتا تھا۔ ولندیزی قانون کے مطابق فیصلہ کرنے والی عدالتوں کے جج ولندیزی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امیر البحر کے تقرر کا اختیار تاج نے وزیر نوآبادیات کے تفویض کر دیا۔ اور اس کے فرائض کی انجام دہی میں امداد کے لئے ہالینڈ میں وزارتِ نوآبادیات کا سکریٹریٹ قائم کیا گیا۔ ترمیم شدہ قانون کے مطابق گورنر جنرل کے اختیارات میں بھی اضافہ کر دیا گیا۔ چنانچہ بجٹ بنانے کا اختیار بھی گورنر جنرل کو دیا گیا۔ اور یہ قرار پایا کہ اگر فوکسراد اس سے اختلاف کرے تو وزیر نوآبادیات اس کا فیصلہ کرے انڈونیشیا میں یہ قانون ۱۹۲۵ء میں نافذ کیا گیا۔ اور ولندیزی دورِ حکومت کے خاتمے تک اس کو اساسی قانون کی حیثیت حاصل رہی۔

دیسی ریاستیں: ولندیزیوں نے انڈونیشیا کے بڑے رقبے پر اپنی حکومت براہ راست قائم نہ کی تھی بلکہ دیسی حکمرانوں کے توسط سے حکومت کرتے تھے۔ انڈونیشیا میں ولندیزیوں کی محکوم ریاستوں کی تعداد ۲۸۲ تھی۔ یہ ولندیزیوں کی مددگار اور ان کے مفاد کی محافظ تھیں اور ان پر ولندیزیوں کو پورے اختیارات حاصل تھے۔ ہر ریاست میں ولندیزی ناظم متعین تھا جو اس ریاست کا اصلی حاکم تھا اور دیسی حکمران اس کے مشورہ کے مطابق کام کرتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ ریاستیں جس صوبہ میں ہوتیں اس صوبہ کا گورنر اور دوسرے ولندیزی عہدہ دار ریاست کے امور کی پوری نگرانی کرتے تھے۔ دیسی حکمرانوں کے اختیارات ولندیزیوں نے رفتہ رفتہ سلب کر لئے تھے۔ اور آخرکار ۱۹۰۷ء میں ہر والئی ریاست کو ایک عہدنامہ پر دستخط کرنا پڑا جس کی اہم دفعات یہ تھیں کہ (۱) ہر ریاست ولندیزی تاج کو مقتدرِ اعلیٰ تسلیم کرتی ہے (۲) کوئی ریاست کسی بیرونی قوت سے کوئی تعلق نہ رکھے گی (۳) تاج کے نمائندہ گورنر جنرل کے جاری کردہ احکام کی تعمیل اور ان کا احترام کرے گی۔ جب والیان ریاست بالکل محکوم بن گئے تو گورنر جنرل کو ریاستوں کے والی مقرر اور معزول کرنے کا اختیار بھی دے دیا گیا۔ اور والئی ریاست کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا کہ وہ ریاست کے کاروبار کی انجام دہی میں ولندیزی ناظم اور اپنے ضلع یا صوبہ کے عہدہ دار مجاز سے مشورہ کرتا رہے۔ بعض ریاستیں مثلاً جوگجاکارتا اور سوراکارتا بڑی ریاستیں تھیں جن کے حکمران سلطان کہلاتے تھے اور ان کو کچھ اختیارات حاصل تھے۔ لیکن اکثر ریاستیں چھوٹی چھوٹی تھیں جن کو ولندیزیوں نے صرف اپنے مفاد کی حفاظت کے لئے قائم کر رکھا تھا۔

ولندیزیوں کی سامراجی پالیسی

اجارہ داری: ولندیزی تاجروں کا مقصد مشرقی ممالک سے تجارت کر کے منافع حاصل کرنا تھا۔ چنانچہ

© rasailojaraid.com

کرلی گئی اور اس کے مطابق شرق الہند میں فوکسراد (VOLKSRAAD) کے نام سے ایک مجلس قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس مجلس کا افتتاح مئی ۱۹۱۸ء میں ہوا۔ ابتدا میں اس مجلس کے اراکین کی تعداد ۳۹ تھی۔ اور اس کی حیثیت محض ایک مشاورتی مجلس کی تھی۔ گورنر جنرل جس مسئلہ پر چاہتا اس کا مشورہ حاصل کرتا اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ مجلس کے صدر کا تقرر تاج کی منظوری سے ہوتا تھا۔ مجلس کے ۳۸ ارکان میں سے ۱۵ انڈونیشی تھے اور ۲۳ ولندیزی۔ ان میں سے ۵ انڈونیشی اور ۱۴ ولندیزی نامزد کئے جاتے تھے اور ۱۰ انڈونیشی اور ۹ ولندیزی محدود حلقوں سے منتخب ہوتے تھے۔

۱۹۲۲ء اور ۱۹۲۵ء میں ترمیم شدہ قانون کے مطابق فوکسراد کی حیثیت کچھ بلند کی گئی اور اس کو چند اختیارات بھی دیئے گئے۔ ۱۹۲۷ء میں اراکین کی تعداد ۶۰ کردی گئی۔ اب مجلس کے ۶۰ ارکان میں سے ۳۰ انڈونیشی اور ۲۵ ولندیزی تھے۔ جن میں سے ۸ انڈونیشی اور ۱۷ ولندیزی نامزد کئے جاتے تھے اور ۲۲ انڈونیشی اور ۱۲ ولندیزی بالواسطہ اور محدود طریقہ پر منتخب ہوتے تھے۔ ۱۹۳۰ء میں اراکین مجلس کی تعداد ۶۰ کردی گئی۔ جس میں ۳۰ انڈونیشی تھے۔ ۲۵ ولندیزی اور ۵ چینی۔ صدر کا تقرر وزیر نوآبادیات کرتا تھا۔ انڈونیشیوں نے بڑی کوشش کی لیکن وہ اس مجلس میں اکثریت کا مرتبہ حاصل نہ کرسکے۔ اور نہ طریقِ انتخاب و اختیارات کے بارے میں اپنے مطالبات منوا سکے۔ فوکسراد کی یہ ہیئتِ ترکیبی ولندیزی حکومت کے خاتمہ تک قائم رہی جس میں ۲½ لاکھ ولندیزیوں کے تو ۲۵ نمائندے تھے اور ۷½ کروڑ انڈونیشیوں کے نمائندے صرف ۳۰ تھے۔ اور ان ۳۰ نمائندوں میں بھی منتخب کردہ صرف ۱۰ تھے۔

۱۹۲۲ء کا قانون: ۱۹۲۲ء میں ہالینڈ کے دستور میں کچھ ترمیم کی گئی اور نوآبادیات سے متعلق فقرہ بدل دیا گیا۔ چنانچہ اس کے مطابق قانون شرق الہند میں بھی ترمیم کی گئی۔ اسٹیٹس جنرل کو نوآبادیات کے لئے قانون بنانے کا حق پہلے ہی حاصل تھا اب اس کو استرداد کا حق بھی دے دیا گیا۔ نوآبادیات سے متعلق مرکزی پالیسی کو روبہ عمل لانے اور اسٹیٹس جنرل سے ربط قائم رکھنے کے لئے وزارتِ نوآبادیات قائم کی گئی تھی۔ ترمیم شدہ قانون کے مطابق اسی وزارت کے فرائض و اختیارات میں اضافہ کیا گیا۔ وزیر نوآبادیات کو تاج کے کچھ اختیارات دیئے گئے۔ چنانچہ گورنر جنرل، عدالت عالیہ کے صدر، مجلس شرق الہند کے نائب صدر، فوکسراد کے صدر اور

کی مرضی کے مطابق عمل کرتے رہیں۔ اگر ان حکمرانوں کے خلاف کوئی شورش ہوتی تو ولندیزی فوجیں ان کی مدد کو آجاتیں۔ ولندیزیوں کی اس تائید نے رعایا کے مقابلے میں حکمرانوں کو زیادہ طاقت ور اور مطلق العنان بنا دیا۔ اور عوام ان کی چیرہ دستیوں کا شکار ہونے لگے۔ ولندیزی صرف اپنے مفاد سے تعلق رکھتے تھے اور رعایا کے مفاد کا ان کو خیال نہ تھا۔ اس لئے ان کو یہ فکر نہ تھی کہ انکی پالیسی نے عوام کو کن مشکلات و مصائب میں مبتلا کر دیا ہے۔ وہ اس بات سے مطمئن تھے کہ دیسی حکمران ان کے محکوم ہیں اور ان کے سامراجی مقاصد کے حصول میں پوری مدد دیتے ہیں

وفادار امرا کا طبقہ دیسی حکمرانوں سے کام لینے کے علاوہ ولندیزیوں نے اپنے اقتدار کو زیادہ مستحکم بنانے کے لئے نئے امرا اور عہدہ داروں کا طبقہ بھی بنا دیا۔ یہ امرا ولندیزیوں کے بنائے ہوئے تھے اور عہدہ دار بھی ولندیزیوں ہی کے مقرر کردہ تھے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ ان کی امارت اور عہدہ ولندیزیوں کی عنایات کا نتیجہ ہے۔ اور ان کو جو اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوا ہے وہ ولندیزیوں کا عطا کردہ ہے۔ اس لئے وہ بڑی شدت سے ولندیزیوں کے حامی اور وفادار تھے۔ یہ نئے امرا اور عہدہ دار انڈونیشی بھی تھے اور چینی بھی۔ لیکن ملک اور انڈونیشی عوام کے فائدے کے بجائے ولندیزیوں کے مفاد اور اپنے ذاتی اغراض کو سامنے رکھتے تھے۔ ولندیزیوں کی حمایت اور سرپرستی نے نئے امرا کے اس طبقہ کو بہت با اثر اور دولت مند بنا دیا اور عوام کا استحصال کرنے والا ایک اور طبقہ پیدا ہو گیا جو ولندیزیوں کے سامراجی مقاصد کی تکمیل میں مدد دینے لگا۔

چینی کارندے ولندیزیوں نے اپنی سامراجی پالیسی کے مطابق انڈونیشی عوام پر ایک اور طبقہ کو بھی مسلط کر دیا اور یہ چینی تاجروں کا طبقہ تھا۔ چینی تاجر مدتِ دراز سے انڈونیشیا میں تجارت کر رہے تھے لیکن مقامی حکمرانوں نے ان کی تجارت اور تجارتی علاقوں کو محدود کر دیا تھا۔ لیکن ولندیزیوں نے یہ پابندیاں اٹھا دیں اور ان کی سرپرستی کرنے لگے۔ جس سے ان کا دائرۂ عمل بہت وسیع ہو گیا اور رفتہ رفتہ وہ نہ صرف تجارت بلکہ عوام کی پوری معاشی زندگی پر چھا گئے۔ ولندیزیوں نے چینی تاجروں کو اپنا کارندہ بنایا۔ اور ان کو مختلف علاقوں کی تجارتی اجارہ داریاں دیں۔ چینی تاجر ان علاقوں کی پیداوار کو برآمد کرنے کی غرض سے کمپنی کے لئے فراہم کرتے تھے۔ یہ چینی تاجر ولندیزیوں کے سب سے زیادہ وفادار اور منظورِ نظر تھے۔ اور ولندیزی ان سے کوئی بازپرس نہ کرتے تھے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چینی تاجر مقامی باشندوں کو برائے نام قیمت دے کر ان سے تجارتی اشیا حاصل

© rasailojaraid.com

سنہ ۱۶۰۲ء میں جب ولندیزی ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی گئی تو اس کا کاروبار جزائر مالوکا سے گرم مسالوں کی تجارت تک محدود تھا۔ آگے چل کر جاوا اس کی سرگرمیوں کا مرکز بنا جو تجارتی، معاشی اور سیاسی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ کمپنی کے مرکزی ادارہ نے جب پہلا گورنر جنرل مقرر کیا تو اس کو یہ ہدایت کی کہ ان جزائر کی تجارت صرف ہالینڈ کے لئے مختص رکھی۔ اور اس ہدایت پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ یورپ کی دوسری تجارت پیشہ اقوام سے رقابت اور عداوت ہو گئی۔ ولندیزی کمپنی نے مقامی حکمرانوں سے محدود تجارتی مراعات حاصل کر لی تھیں لیکن جب یورپی اور چینی تاجر مقابلہ پر آئے تو ولندیزیوں نے یہ محسوس کیا کہ اجارہ داری کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ اور اجارہ داری حاصل کرنے کا مطلب یہ تھا کہ کمپنی سیاست میں مداخلت کرے۔ چنانچہ وہ رفتہ رفتہ سیاست میں حصہ لینے لگی۔ اور مختلف علاقوں میں سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گئی تاکہ تجارتی اجارہ داری کو محفوظ رکھ سکے۔ اب کمپنی کے مقاصد کی نوعیت دوگونہ ہو گئی اور سیاسی اقتدار اور تجارتی مفاد کے تحفظ کے لئے اس نے ایسی پالیسی اختیار کی جس کا نتیجہ اہل انڈونیشیا کے ہر جہتی استحصال کی شکل میں نکلا۔

دیسی حکمراں | کمپنی یہ تو چاہتی تھی کہ مقامی حکمرانوں کی طاقت ختم ہو جائے اور ولندیزی اپنا اقتدار تمام علاقوں پر قائم کریں لیکن اتنے بڑے اور وسیع ملک پر براہ راست قبضہ کر کے اس کے نظم و نسق کو چلانا کمپنی کے بس کا روگ نہ تھا۔ کمپنی کے وسائل محدود تھے اور حصہ دار منافع کے طلب گار تھے۔ اس لئے کمپنی کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ سیاسی اقتدار اور نظم و نسق کے کثیر مصارف برداشت کرے۔ چنانچہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے کمپنی نے مقامی حالات اور حکمرانوں کی نااہلی سے فائدہ اٹھایا۔ اس کی ریشہ دوانیوں نے بڑی بڑی سلطنتوں کو کمزور کر دیا اور کمپنی اپنی حکمت عملی سے ان کمزور ریاستوں کے حکمرانوں پر اثر قائم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس طرح رفتہ رفتہ ولندیزی اقتدار پورے ملک پر مسلط ہو گیا۔ اور کمپنی ان ریاستوں کے حکمرانوں سے اپنے مفاد کی حفاظت کے لئے کام لینے لگی۔ عوام کی بہتری کا خیال نہ تو حکمرانوں کو تھا اور نہ کمپنی کو اور نہ خود عوام میں اتنا شعور تھا کہ وہ اپنے مفاد کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو سکیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ کمپنی اور حکمران دونوں ایک دوسرے کے محافظ و مددگار بن گئے اور عوام کی حالت خراب تر ہوتی گئی۔ ولندیزی دیسی حکمرانوں سے اپنے مفاد کے مطابق کام لینے لگے۔ اور حکمران اپنے حق میں یہی بہتر سمجھتے تھے کہ ولندیزیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیتے تھے اور اس میں حکومت کا جو واجبی حصہ ہوتا تھا اس سے بہت زیادہ کاشت کار سے وصول کرتے تھے۔ نفع بخش پیداوار مثلاً ربڑ اور کافی وغیرہ کی کاشت ولندیزیوں کے لئے مختص کر دی گئی تھی اور ان کے بڑے بڑے فارم تھے۔ جن دیسی کاشت کاروں کو یہ نفع بخش اشیاء تھوڑی مقدار میں کاشت کرنے کی اجازت دی جاتی تھی وہ اس کے پابند تھے کہ پوری پیداوار حکومت یا ولندیزیوں اور چینی تاجروں کے ہاتھ کم قیمت پر فروخت کر دیں۔ ایسی چیزیں کاشت کرنے والے انڈونیشی باشندوں پر ولندیزیوں سے بہت زیادہ ٹیکس بھی لگایا جاتا تھا۔ اس طرح کاشت کار کے لئے کچھ نہ بچتا تھا اور اس کا نتیجہ عام افلاس اور فاقہ کشی کی شکل میں نکلا۔ یہ صورتِ حال ۱۹۱۵ء تک جاری رہی۔

<u>ولندیزی پلانٹیشن</u> انڈونیشیا کا پرانا دستور اور رواجی قانون یہ تھا کہ زمین فروخت نہ کی جائے۔ لیکن زمین کے مالک کاشت کاروں اور چھوٹے زمینداروں پر محاصل کا اس قدر بار ڈالا گیا کہ زمین نقصان کا ذریعہ بن گئی اور یہ لوگ اپنی زمین فروخت کرنے لگے۔ ولندیزیوں نے اس موقع سے بھی فائدہ اٹھایا اور بہت تھوڑی قیمت دے کر بڑی بڑی زمینیں حاصل کر لیں۔ اس طرح ولندیزیوں کے پلانٹیشن وجود میں آئے جہاں انڈونیشی مزدور اور کاشت کار کام کرتے تھے اور ان کی محنت سے ولندیزی کثیر دولت حاصل کرتے تھے۔ حکومت نے اپنے تعمیراتی کاموں میں سہولت کے لئے بیگار کو لازمی قرار دیا تھا۔ لیکن یہ طریقہ اس قدر عام کر دیا گیا کہ حکومت سے کسی قسم کا تعلق رکھنے والے تمام لوگ دیہاتوں کے باشندوں سے بیگار لینے لگے۔ انڈونیشی کاشتکار اور زرعی مزدور ولندیزیوں کے فارموں میں اور دوسرے مزدور ولندیزی کارخانوں میں کام کرنے پر قانوناً مجبور کئے گئے تھے۔ چنانچہ بیس لاکھ سے زیادہ آدمی یہاں کام کرتے تھے۔ جبری کاشت پیداوار کی لوٹ مار بیگار اور جبری مزدوری کی وجہ سے کاشت کاروں کی حالت اتنی خراب ہو گئی کہ ۱۹۴۰ء میں جب کہ ولندیزی حکومت کا آخری زمانہ تھا چالیس ہزار گلڈر سے زیادہ آمدنی والے ولندیزی ۲۲۲۴ تھے۔ چینی ۴۸ اور انڈونیشی صرف ۴۔ اور دس ہزار گلڈر تک آمدنی والے ولندیزی ۱۷۲۲۶ تھے۔ چینی ۲۵۵۶ اور انڈونیشی ۱۰۳۴۔ یہ حالت تو انڈونیشی امرا کی تھی۔ ورنہ اوسط درجہ کے زمیندار خاندان کی آمدنی کا اوسط ۲۴۰ روپے تھا اور فی کس اوسط آمدنی صرف ۶ روپے تھی۔ عوام کی معاشی حالت اس قدر خراب اس لئے تھی کہ گاؤں کے مکھیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے تھے۔ رعایا سے بیگار لیتے تھے اور تباہ کن شرح سود پر قرض دیتے تھے۔ برآمدی تجارت کی اجارہ داری ولندیزیوں کے ہاتھ میں تھی اور انہوں نے داخلی تجارت کی اجارہ داری بھی چینیوں کو دے دی تھی۔

محاصل اور ٹھیکے | اٹھارہویں صدی میں کمپنی نے اپنے زیر اثر علاقے کے بارہ سو مواضعات اور کئی ضلعے چینیوں کو ٹھیکے پر دے دیئے۔ چینی مقررہ رقم ولندیزیوں کو دیتے تھے اور اس سے بہت زیادہ رقم خود اپنے لئے وصول کر لیتے تھے۔ ولندیزیوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سڑک کا محصول، پل پر گذرنے کا ٹیکس، بازار میں فروخت کے لئے مال لانے کا ٹیکس، ذبیحہ اور شکار پر ٹیکس، اور چنگی وصول کرنے کا ٹھیکہ نیز نمک، مچھلی، افیون، شراب اور کئی دوسری ضروری اشیاء فروخت کرنے کا اجارہ بھی چینیوں کو دے دیا۔ یہ لوگ من مانی قیمت اور ٹیکس وصول کرتے تھے۔ عوام کی معاشی حالت تباہ ہو گئی تھی۔ اور کاشت کار چینی ساہوکار سے قرض لینے پر مجبور تھے یہ ساہوکار اپنے مقروض کی زمین پر اپنی مرضی کے مطابق کاشت کرواتے تھے اور برائے نام قیمت دے کر پوری پیداوار لے لیتے تھے۔ یہ قیمت بھی قرض میں مجرا کر لی جاتی تھی، اور اس طرح مقروض کاشت کار تباہ ہو جاتے تھے۔ ولندیزیوں کی سرپرستی نے چینیوں کو ملک کی داخلی تجارت اور معاشی زندگی پر حاوی کر دیا تھا۔ اس سے مقامی تاجروں کا طبقہ ختم ہونے لگا اور عوام کی معاشی حالت بدتر ہو گئی

جبری کاشت کا نظام | ولندیزیوں نے ایک طرف تو تجارت پر سرکاری اجارہ داری قائم کر کے چینی تاجروں کو اپنا کارندہ بنایا اور دوسری طرف نظام کاشت کاری کے نام سے ایک جابرانہ نظام نافذ کیا۔ جو اپنی ابتدائی شکل میں ۱۸۷۷ء تک نافذ رہا اور پھر کچھ ترمیم کر کے اس کو ۱۹۱۵ء تک باقی رکھا گیا۔ اس نظام کے مطابق جاگیردار طبقہ کی سرپرستی کی گئی۔ امرا کو جاگیریں دی گئیں اور ان کو جو عہدے عطا کئے گئے تھے ان کو موروثی کر کے یہ جاگیردار امرا حکومت کے ایجنٹ بنا دیئے گئے ان موروثی امرا اور عہدہ داروں کا فرض ولندیزی مفاد کا تحفظ تھا۔ کاشت کاروں سے جو پیداوار وصول کی جاتی تھی اس میں یورپی اور مقامی عہدہ داروں کو بھی حصہ دیا جاتا تھا تاکہ وہ اپنے فائدہ کے لئے زیادہ پیداوار وصول کریں۔ کاشت کاروں کو اس بات پر مجبور کیا گیا کہ ایجنٹ جتنی زمین پر جس چیز کی کاشت کرنے کے لئے کہیں وہ اس کی تعمیل کریں اور پیداوار کی جو قیمت ایجنٹ مقرر کر دیں وہ اسی قیمت پر اس کو فروخت کریں۔ چنانچہ ایجنٹ من مانی قیمت مقرر کر کے پیداوار خرید

© rasailojaraid.com

اچھے اسکول میں داخلہ تک پر پابندی تھی۔ جو انڈونیشی تعلیم حاصل کر لیتے تھے ان کو کلرکی سے زیادہ ملازمت نہ ملتی اور ان ملازمتوں میں بھی ولندیزیوں کو ترجیح دی جاتی تھی۔ ایک ہی ملازمت اگر کسی انڈونیشی کو ملتی تو اس کو کم تنخواہ دی جاتی اور اگر کسی ولندیزی کو ملتی تو اس کو زیادہ تنخواہ دی جاتی۔ نہ صرف سرکاری بلکہ خانگی اداروں کو بھی یہ تاکید کی جاتی تھی کہ ولندیزیوں کو ترجیح دیں اور ان کو انڈونیشیوں سے زیادہ تنخواہ دیا کریں۔ اس پالیسی کا نتیجہ یہ تھا کہ سنہ ۱۹۲ء میں جب کہ انڈونیشی ملازمین کی شرح پہلے سے بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ ادنیٰ درجہ کے ۱۴۲۱۲ سرکاری ملازمین میں انڈونیشی ۸۸۳۰ تھے۔ اوسط درجہ کے ۲۷۱۳۱ ملازمین میں ان کی تعداد ۵۰۲۳ تھی۔ اور اعلیٰ درجہ کے ۳۰۳۹ ملازموں میں انڈونیشی صرف ۲۲۱ تھے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ انڈونیشیوں کو معقول سرکاری ملازمت نہ ملتی تھی اس لئے وہ زیادہ تر اسکولوں میں مدرسی کرتے تھے۔ اور ان ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ولندیزی حکومت کے آخری دور میں انڈونیشی طلباء کو ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے کچھ مواقع مل گئے۔

<u>عیسائیت کی سرپرستی</u> | پرتگالی اور ہسپانوی تاجروں کی طرح ولندیزیوں نے بھی عیسائیت کی تبلیغ کو ایک بنیادی مقصد قرار دیا اور اس کے اسباب مذہبی بھی تھے اور سیاسی بھی۔ ترناتے، تدوئے، امبون اور تیمور میں پرتگالیوں نے اور سلاویسی اور بورنیو میں ہسپانویوں نے عیسائیت کی اشاعت میں بڑے جبر و تشدد سے کام لیا تھا۔ اور ولندیزیوں نے بھی عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کا کام جاری رکھا۔ انہوں نے سب سے پہلے مکاسر میں اور پھر فلورس میں عیسائیت پھیلائی۔ سماترہ میں عیسائی نوآبادیاں قائم کیں اور سیرام، نیوگینی اور دوسرے قریبی جزائر میں عیسائیت کی تبلیغ کرنے لگے۔ ولندیزیوں کا خیال یہ تھا کہ اگر آبادی کی بڑی تعداد عیسائی ہوگئی تو ان کا سیاسی اقتدار بہت مستحکم ہو جائے گا۔ اور اس خیال کے تحت حکومت نے عیسائیت کی اشاعت پر خاص توجہ کی اور عیسائی تبلیغی اداروں کی سرپرستی اور امداد کرنے لگی۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں تاج شاہی کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا تھا کہ ایک عیسائی ملک ہونے کی بنا پر نیدرلینڈ شرق الہند میں عیسائیوں کی حالت کو بہتر بنانے پر مجبور ہے اور اس مقصد کے لیے آئینی حالات کو درست کرنے اور عیسائی مشنوں کو مضبوط طریقہ پر چلانے کے لئے خاص اقدامات کرنا ضروری ہے۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں اس اعلان کی پھر تجدید کی گئی اور عیسائیت کو بجبر پھیلانا اور عیسائی تبلیغی اداروں کی سرپرستی

سے لے کر ایجنٹ تک تمام عہدہ دار اور والیان ریاست عوام کی فلاح و بہبود کے بجائے ولندیزیوں کے سامراجی مفاد کے محافظ تھے۔ اور ہر ممکن طریقے سے انڈونیشی عوام کا معاشی استحصال کیا جاتا تھا۔

تعلیم پر پابندیاں ولندیزیوں کی پالیسی یہ تھی کہ تمام عہدے یورپیوں کو دیئے جائیں۔ اور صنعت و تجارت پر بھی ان ہی کا قبضہ ہو۔ اور انڈونیشی صرف کلرکی، مزدوری اور زراعت کریں چنانچہ انہوں نے دو صدیوں تک تعلیم کے دروازے انڈونیشیوں پر بند رکھے۔ اور اس کے بعد انڈونیشیا میں صرف ابتدائی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ اور اعلیٰ تعلیم کے لئے ہالینڈ جانا پڑتا تھا جس کے مصارف برداشت کرنا بہت مشکل تھا۔ سفید فام بچوں کو اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کی تمام سہولتیں تھیں لیکن انڈونیشیوں کے لئے ہر قسم کی مشکلات تھیں۔ ان کے لئے داخلہ حاصل کرنا دشوار تھا۔ مصارف ناقابل برداشت تھے۔ ان کے لئے تعلیم کی مدت زیادہ رکھی گئی تھی اور امتحانوں میں فیل کر دیئے جاتے تھے۔ ان مشکلات کا نتیجہ یہ نکلا کہ انڈونیشی عوام جاہل رہے۔ صرف خوشحال طبقے کے کچھ افراد ابتدائی اور ثانوی تعلیم حاصل کر لیتے تھے اور اعلیٰ تعلیم کے مواقع تو گنے چنے لوگوں ہی کو حاصل ہوتے تھے۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں مغربی طرز کے ابتدائی مدارس میں صرف ۲۹۸۷ انڈونیشی زیر تعلیم تھے۔ اور ثانوی درجوں میں تو ان کی تعداد صرف ۲۵ ہی تھی۔ تقریباً ۲۵ سال کی تعلیمی تحریکوں، سیاسی بیداری اور شدید مطالبوں کے بعد بھی یہ تعداد سنہ ۱۹۲۸ء تک پرائمری اسکولوں میں ۷۴۶۹۷ اور ثانوی درجوں میں ۶۴۶۸ سے زیادہ نہ بڑھ سکی۔ سنہ ۱۹۴۲ء میں جب کہ انڈونیشیا میں ولندیزی حکومت ختم ہونے کے قریب آگئی تھی انڈونیشی طلباء کی تعداد ابتدائی جماعتوں میں ۸۸۲۲۳۔ ثانوی درجوں میں ۸۲۲۵ اور ہائی اسکول میں ۱۷۸۶ تھی۔ ان اعداد کے برعکس اسکول میں تعلیم پانے والے ولندیزی طلباء کی تعداد انڈونیشی طلباء کی چھ گنی تھی۔ حالانکہ ان کی آبادی بالکل تھوڑی سی تھی۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں جکارتا میں قانون کی تعلیم کا ایک کالج کھولا گیا۔ اس کے پانچ سال بعد باندونگ میں ایک ٹکنیکل اسکول اور سنہ ۱۹۴۰ء میں جکارتا میں ایک آرٹس کالج قائم کیا گیا۔ لیکن ان کالجوں میں انڈونیشیوں کا داخل ہونا بہت مشکل تھا۔ چنانچہ سنہ ۳۹-۱۹۳۸ء میں تینوں کالجوں میں انڈونیشی طلباء صرف ۴۰ تھے۔ انڈونیشیوں کے لئے حصول تعلیم کے جو کچھ مواقع تھے ان سے امراء کے بچے فائدہ اٹھاتے تھے جن کو ولندیزیوں کا مددگار بننے کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔ ورنہ عوام کے لئے تو کسی

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com